

شروع کر دیا جائے تو بہت سے وہ سوالات خود ہی حل ہو جائیں گے جو میراث کے بارے میں لوگوں کو ابھسن میں ڈالتے ہیں، مثلاً ان پتوں اور نواسوں کا معاملہ جن کے ماں باپ، دادا اور تاتا کی زندگی میں مر جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۱۳۱)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کیا چاہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ یقین پوتے اور دوسرے قرابت داروں کے لیے وصیت کی جائے اور انھیں بھی حصہ دیا جائے۔ فوت ہونے والے کے لیے یہ حکم تھا، اگر وہ اس کی تعییل اس لیے نہ کر سکا کہ اسے اس کا موقع نہ مل سکا، تب اس کی تعییل ورثا کو کرنا چاہیے۔ اس لیے دو بہنوں، ایک بھائی کو چاہیے کہ وہ فوت ہونے والے بھائی کے دو بیٹوں ایک بیٹی اور بیوہ کو ۳ راجو غیر وارث کے لیے بطور وصیت رکھا گیا ہے، دے دیں اور ۲۳ آپس میں تقسیم کر لیں۔ کل جایزاد کو جھنے حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے، یعنی کل جایزاد کا ۳ راشہید ہونے والے بھائی کے بیٹوں، بیٹی اور بیوہ کو ان کے حصے وراثت کے مطابق دے دیں اور بقیہ چار حصے اس طرح تقسیم کریں کہ دو حصے بھائی کو اور ایک ایک حصہ بہنوں کوں جائے۔ (مولانا عبدالمالک)

### جمهوریت کی اصطلاح کی شرعی حیثیت

س: آج کل دنیا میں پر امن تبدیلی اور آمریت کے مقابلے میں جمہوریت اور جمہوری نظام کا چرچا ہے۔ اسے تمام مسائل کا حل تصور کیا جاتا ہے۔ قوآن کریم اور احادیث کے حوالے سے واضح فرمادیں کہ جمہوریت کی اصطلاح کا مفہوم کیا ہے اور کیا اس کا وجود قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے؟

ج: اس اہم سوال کا براہ راست جواب دینے سے قبل مناسب ہو گا کہ اس بات پر غور رلیا جائے کہ گوہم قرآن کریم اور سنت رسول یا حدیث کے بارے میں یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہی ہمارے لیے قیامت تک کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں، لیکن کیا ہدایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر ممکنہ موضوع پر تفصیلات بھی فراہم کرنے یا ہدایت کا اصل مقصد بنیادی اصول اور بعض

اسی منتخب عملی مشاپیں فراہم کرنا ہوتا ہے جو مختلف حالات میں رہنمائی فراہم کریں۔

قرآن و سنت بلاشبہ قیامت تک کے لیے واحد جامع ہدایات ہیں لیکن ان میں دنیا کے ہر موضوع پر ایک مفصل باب تلاش کرنا یا ہر علمی اور فقی اصطلاح کا پایا جانا ایک غیر ضروری خواہش ہے۔ اس سب کے باوجود وہ جمہوریت ہو یا طب، فلکیات ہو یا بحریات، علم الارض ہو یا علم موسیات، فلسفہ ہو یا ادب یا دیگر علوم و فنون، ان سب کے لیے اخلاقی اصول اور بنیادیں قرآن و سنت میں پائی جاتی ہیں جس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ قرآن طب یا کیمیا یا فلکیات کی کتاب ہے۔

جہاں تک سوال جمہوریت کا ہے، اس اصطلاح سے عموماً ہم وہ سیاسی نظام مراد لیتے ہیں جس کی فکری بنیادیں یورپی فکر میں افلاطون کی کتاب "جمہوریت" سے جا کر ملتی ہیں، یا وہ نظام مراد لیتے ہیں جس پر عمل پیدا ہونے کا دعویٰ امر یا کیا بعض یورپی ممالک کرتے ہیں۔ ظاہر ہے امر یا کیا یورپی ممالک جس جمہوریت کی بات کرتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مغربی جمہوریت کی بنیاد لا دینیت (secularism) پر ہے۔ لیکن مغربی جمہوریت میں آزادی رائے اختلاف کا حق، اکثریت کی رائے کا احترام، آزاد انتخاب کے ذریعے ذمہ دار اُن ریاست کا انتخاب وغیرہ ایسے موضوعات ہیں جنہیں روح جمہوریت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جب کہ لا دینیت اس کا جسم کہا جاسکتا ہے۔

اسلام نے سیاست اور حکومت کے حوالے سے قرآن و سنت میں جو اصول دیے ہیں ان میں روح جمہوریت اپنی اعلیٰ ترین فلک میں پائی جاتی ہے اور اس نظام کے خدو خال اور جسم بجائے لا دینیت کے قیام دین پرمی ہے۔ گویا قرآن و سنت نے ایک جمہوری، عادلانہ اور دینی معاشرہ و ریاست کے قیام کے لیے ہمیں واضح اصول دیے ہیں جو مغربی جمہوریت سے بلند و پرتر ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو قرآن کریم نے بنیادی سوال یہ اٹھایا ہے کہ انسان اس دنیا میں شر بے مہار ہے یا وہ اپنے خالق اور مالک کے نمایندے کی حیثیت رکھتا ہے؟ چنانچہ سورہ بقرہ میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ انسان کا اصل مقام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا ہے (البقرہ ۳۱:۲)۔ اس خلیفہ کا انتخاب یا تقرر کس طرح ہوگا، اس کے لیے قرآن کریم نے مختلف مقامات پر ہدایات دی

ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ مشاورت کر کے ایسے فرد کا انتخاب کیا جائے جو اس منصب کا اہل ہو۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اہل ایمان کے تمام معاملات مشاورت سے طے ہوتے ہیں (الشوریٰ ۳۸:۳۲)۔ پھر اسی بات کو یوں بیان کیا گیا کہ اپنے امور میں مشورہ کرو اور جب کسی فیصلے پر بحث جاؤ تو پھر نتائج کو اللہ پر چھوڑ دو (آل عمرہ ۱۵۹:۳)۔ ظاہر ہے انتخاب ذمہ داران سے بڑھ کر اور اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے، اس لیے اس کی بنیاد عوامی شوریٰ ہی ہو گئی اور مشورے کے بعد لوگ جسے منتخب کریں وہی ذمہ داری پر مقرر کیا جائے گا۔ تاریخ سے اس کی مثال حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا انتخاب ہے جس میں شوریٰ کی بنیاد پر ان حضرات کو منتخب کیا گیا۔

اسلام کے سیاسی اور معاشرتی نظام میں ذمہ داریاں کی حضرات کو دی جائیں گی سربراہ مملکت ہو یا دیگر شعبوں کے سربراہ ہوں وہ کس بنیاد پر منتخب کیے جائیں گے اس کی بھی قرآن و سنت میں ہدایت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ذمہ داریاں صرف ایسے افراد کو دی جائیں جو اس کے اہل ہوں (أَنْ تُؤْذِنُوا الْأَمْنِيَّةَ إِلَى أَهْلِهَا - النساء ۵۸:۳)۔ اس الہیت کو بھی دیگر مقامات پر سمجھا دیا گیا کہ اس سے مراد کیا ہے، یعنی وہ افراد جو دیانت دار ہوں امین ہوں، علیٰ اور جسمانی لحاظ سے قوی ہوں، فیصلے کی قوت رکھتے ہوں، جن پر لوگوں کو اعتماد ہو، جو خود منصب کے پیچے نہ بھاگ رہے ہوں وغیرہ۔

ان ہدایات کو سامنے رکھیں تو جس چیز کو جمہوریت کہا جاتا ہے اسلام کا دیا ہوا نظام اس سے بلند اور رویٰ جمہوریت میں اپنی مثال آپ نظر آتا ہے۔ اس نظام میں اللہ کا رسول بھی اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرتا ہے اور صحابہؓ کرامؓ پورے ادب و احترام کے ساتھ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپؓ جو فیصلہ کر رہے ہیں کیا یہ وحی کی بنیاد پر ہے یا آپؓ کی اپنی رائے ہے؟ اگر رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی بنیاد وحی نہیں تو صحابہؓ کی تجویز پر عمل کیا جاتا ہے (غزوہ بدرا)۔ گویا آمریت بادشاہت اور تنہا ایک فرد کی عقل و فیصلے کی جگہ مشاورت پر فیصلے ہوتے ہیں اور صاحب امر مشاورت کی پیروی کرتا ہے، اسے دیونیں کرتا۔ اسی کا نام رویٰ جمہوریت ہے، جب کہ مغربی جمہوریت بالکل مختلف بنیادوں اور اصولوں پر قائم ہے۔ (پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد)